

اسلام کی تبلیغ میں حضرت خدیجہ کا کردار

*ڈاکٹر انصار الدین مدنی

*محمد ریاض، فضہ مسلم

riaz.razee@yahoo.com

کلیدی کلمات: حضرت خدیجہ، ام المؤمنین، اسلام، تبلیغ، دعوت ذوالعیشہ، شعب ابی طالب، ہجرت جبše۔

خلاصہ

اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں "ام المؤمنین" حضرت خسبہۃ الکبریٰ (س) کا کردار بے مقابل ہے جسے بر قسمی سے کما حقہ اجاگر نہیں کیا گیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی ذات میں حق پرستی نہ صحتہ تھی جس کی بدولت آپ نے شریک حیات کے طور پر حضرت ﷺ کا انتخاب کیا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آنحضرت نے سب سے چہلے آپ کو اپنی الی رسالت سے اگاہ فرمایا اور آپ نے فوراً نبوت کی تقدیق کی اور آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔

آپ کا زندگی گزارنے کا سلیقہ آنحضرت کی سیرت طیبہ سے مطابقت رکھتا تھا۔ اسلام کی نشر و اشاعت میں آپ کا مال و دولت کام آیا۔ آپ کی دولت غلاموں اور کنیزوں کی اگراوی، شعب ابی طالب کے بے نواؤں، جبše کی طرف ہجرت کرنے والوں اور مکہ کے غربیوں اور تیبیوں پر خرچ ہوئی۔ زیر نظر مقالہ میں اسلام کی تبلیغ میں آپ کے کردار کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

*۔ پیغمبر اقر قرم انٹر نیشنل یونیورسٹی، گلگت۔

*۔ ریسرچ اسکالرز، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔

مقدمہ

اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں حضرت ابو طالبؑ اور حضرت خدیجۃ الکبریؓ کا ایک بے مثال کردار ہے۔ بد قسمتی سے عالم اسلام میں ان دونوں شخصیات کی خدمات کو کماحتہ اجاگر نہیں کیا گیا۔ ہذا یہ ضروری ہے کہ اسلام کی تبلیغ میں ان ہستیوں کے کردار کو اجاگر کیا جائے، تاکہ جہاں ان کا حق ادا کیا جاسکے، وہاں ان کی سیرت و کردار کو نمونہ عمل بھی بنا یا جاسکے۔ زیر نظر مقالہ میں حضرت خدیجۃ الکبریؓ کی بے نظیر خدمات اور تبلیغ اسلام میں ان کے کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اسلام کی مخفی تبلیغ اور حضرت خدیجۃ الکبریؓ کا کردار

پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ عقد کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریؓ نے اپنی پوری دولت آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دی جو نہ فقط ان کی زندگی میں اسلام کی تبلیغ پر خرچ ہوئی، بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی اسلام کی تبلیغ میں استعمال ہوتی رہی۔ بعثت کے بعد تین سال تک اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ مخفی رہا۔ یقیناً اس دوران آنحضرت ﷺ نے اپنی تجارتی سرگرمیوں کو روکا ہوا تھا۔ کیونکہ بعثت سے قبل آپؐ غار حرا میں مشغول عبادت رہتے۔ جب وحی کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو آپؐ اس کے بعد تجارتی سرگرمیوں اور کسب معاش کی حالت میں نہ تھے۔

تاہم سوال یہ ہے کہ اس دوران آپؐ کے گھر یلوے اخراجات، غلاموں اور اہل خاندان کا خرچ، نیز معاشرے میں موجود قیمتوں، مسکینیوں، بیواؤں اور بے کسوں پر مالی ایثار کا خرچ کہاں سے پورا ہوتا تھا؟ یہاں تک کہ آنحضرتؐ غار حرا میں دوران عبادت بھی بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ابن ہشام، ابن اسحاق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

”عبداللہ بن زیر نے عبید بن عمر بن قفادة لیشی سے کہا: اے عبید! ہم بتائیے کہ کیسے جریل آپؐ کے پاس تشریف لائے اور حضور پر وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ راوی کہتے ہیں کہ جب عبید نے یہ واقعہ عبد اللہ بن زیر اور لوگوں کے سامنے نقل کیا تو میں اس وقت موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ: حضورؐ ہر سال میں ایک مہینہ غار حرا کے اندر رخوت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور جو مسکین آپؐ کے پاس آتا اس کو کھانا کھلاتے تھے۔“ (۱)

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ آنحضرتؐ اعلان نبوت سے پہلے اکثر غار حرام میں جایا کرتے تھے اس دوران سائل آکر سوال کرتے تھے اور آپؐ ان کی مدد کرتے تھے۔ آنحضرتؐ تیموں سے بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ تبھی تو آنحضرتؐ غار حرام میں مراقبہ کے دوران بھی تیموں کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب آپؐ کا کوئی کسب معاش نہ تھا، وہ مال و دولت جو آپؐ غریبوں اور تیموں پر خرچ کرتے تھے، ہم سے آتا تھا؟ یقیناً یہ حضرت خدیجۃ الکبریؓ کی دولت کا ایک حصہ تھا جو اس قسم کے کاموں کے لیے مخصوص تھا۔ اسی طرح دعوت ذوالعشیرہ میں تین دن تک کھانا کھلانے کی واقعہ جو کہ تاریخ اسلام کے مسلمہ واقعات میں سے ہے۔ علامہ حلیؒ نے اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں بیان کی ہے:

”جب آپؐ پر وَأَنْذِرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْهَبِينَ (۲) کی آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے ابوطالبؓ کے مکان میں عبد المطلب کی اولاد کو جمع کیا جن کی تعداد چالیس تھی۔ کتاب امتع میں ہے کہ کل پینتالیس مردا اور دو عورتیں تھیں۔ غرض حضرت علیؓ نے ان آنے والوں کے لیے کھانا تیار کیا۔ اس میں بکری کی ایک ٹانگ تھی جس کے ساتھ ایک مدّیعنی تقریباً سوار طلیگیہوں اور سلاڑھے تین سیر دودھ تھا۔ چنانچہ ایک بڑے برتن میں کھانا لائکر ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا اور آپؐ نے ان سے فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر کھانا کھائیے۔۔۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے بات چیت کا ارادہ فرمایا تو ابو لهب نے آپؐ کی بات کاٹ کر کہا: ”اس شخص نے تم سب پر زردست جادو کر دیا ہے۔“ یا یہ کہا کہ: ”ہم نے آج تک ایسا جادو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے اور آنحضرت ﷺ ان سے کوئی بات نہیں کر سکے۔ اگلا دن ہوا تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ جس طرح تم نے کل کھانا اور مشروب تیار کیا تھا اسی طرف سے آج پھر وہی چیزیں تیار کر دو۔۔۔ چنانچہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کیا۔۔۔ (3)

دعوت ذوالعشیرہ کے ضمن میں حلیؒ اور دوسرے سیرت نگاروں نے اس دعوت کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس دعوت کے انعقاد میں حضرت خدیجہؓ کی دولت اسلام کی تبلیغ پر خرچ ہوئی۔ اور یہ کہنا بجا ہو کہ نہ تنہ اس دعوت پر حضرت خدیجہؓ کا مال خرچ ہوا بلکہ آنحضرتؐ نے جو طریقہ اسلام کی نشوشا نت کے سلسلے میں اپنایا ہوا تھا اس کا ایک انداز بھی تھا کہ آپؐ اس قسم کی ضیافتوں کا اہتمام

بیکارتے تھے۔ آنحضرتؐ انہیں دعوت ضیافت دے کر اس بات کا پابند بنا دیتے کہ وہ آپؐ کی بات سین۔ علامہ جلی کی ایک اور روایت اس سلسلے میں یہ ملتی ہے:

”حضرت علیؑ نے بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔

چنانچہ انہوں نے کھانا پکایا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا۔ بنی عبدالمطلب کو میری طرف سے دعوت دے کر بلا لاد چنانچہ میں نے چالیس آدمیوں کو دعوت دی۔ اب ان دونوں روایتوں کی موجودگی میں کہ آیا کھانا حضرت علیؑ نے پکایا تھا یا حضرت خدیجہؓ نے۔ اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت علیؑ نے کھانا تیار کرنے کا کام

حضرت خدیجہؓ کے یہاں کیا ہوا اور پھر لوگوں کو بلا کر ابوطالبؑ کے مکان میں لائے ہوں۔ (4)

منہ کورہ دونوں عبارتیں اس بات کی شاہد ہیں کہ آنحضرتؐ اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے سے پہلے دعوت ضیافت کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایسی دعوتوں کو سیرت نگاراً گزچہ مجذرات نبویؐ میں شامل کر کے خرچ ہونے والے سرمایہ کو کم سے کم ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پاس حضرت خدیجۃ الکبریؑ کی دولت کی شکل میں کثیر سرمایہ موجود تھا۔ اس لیے اس قسم کی ضیافتوں کا اہتمام کرنے میں آپؐ کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہوتی تھی۔

اس کے علاوہ سیرت کی کتابوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ آنحضرتؐ موسم حج کے دوران حاججوں کے پاس جاتے تھے اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ ظاہر ہے آپؐ اسلام کی دعوت کھڑے کھڑے نہیں دے سکتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کی سیرت میں یہ بات شامل تھی کہ آپؐ مہمانوں اور مسافروں کا نہایت خیال رکھتے تھے۔ اس اعتبار سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ ایسے لوگوں کو نہ صرف اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرماتے تھے بلکہ ان کی میزبانی بھی کرتے تھے۔ اور اس قسم کی میزبانیوں پر خرچ ہونے والا سرمایہ حضرت خدیجۃ الکبریؑ کے مال و دولت سے مہیا ہوتا تھا۔

غلاموں اور کنیزوں کی آزادی:

بعثت کے بعد آپؐ نے خفیہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابتدائی طور پر جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں اکثریت غلاموں اور غریبوں پر مشتمل تھی۔ آنحضرتؐ یہ کوشش رہتی تھی کہ مسلمان، غلاموں کو خرید کر آزاد کریں تاکہ وہ اپنے آقاوں کے ظلم و ستم سے نجات پاسکیں۔ آپؐ صاحب حیثیت صحابہ

کرام رضیٰ کو بھی اس پر آمادہ فرماتے تھے کہ وہ غلام کنیز خرید کر آزاد کریں۔ آنحضرتؐ نے وقاً فوقاً جو غلام اور کنیزیں آزاد فرمائیں، علامہ طبری نے ایسے سترہ غلاموں کا تذکرہ کیا ہے جن میں زید بن حارثہ، ثوبان، شقران، ابو رافع، سلمان الفارسی، سفینہ، انسہ ابو مسرح، ابو کبیش، ابو موسیٰ بن عاصی، رباح الاسود، فضالہ، مدعم، ابو ضمیرہ، یسار، مہران، مایور اور ابو بکرہ وغیرہ شامل ہیں۔ (5) بلکہ علامہ طبری کی عبارات سے آنحضرتؐ کی طرف سے کل بائیکیں آزادہ کردہ غلاموں کا تصور ملتا ہے۔

علامہ حلیٰ نے بھی سیرت حلیہ میں آنحضرتؐ کے آزاد کردہ آٹھ مشہور غلاموں کا مختصر تعارف پیش کیا ہے جن میں زید بن حارثہ، ابو رافع، شقران، انجشہ، رباح، یسار، سفینہ اور مامور شامل ہیں۔ یہاں علامہ حلیٰ نے سلمان فارسی کے متعلق یہوضاحت کی ہے۔ حضرت سلمان فارسی کو ”آپ ﷺ کا آزاد کردہ غلام اس لیے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے ان کی طرف سے ان کی آزادی کی قیمت ادا فرمائی تھی۔“ (6)

اس کے علاوہ علامہ حلیٰ یہ بھی لکھتے ہیں ”مور خین لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں چالیس غلام آزاد فرمائے۔ عورتوں میں جن کنیزوں کو آپ ﷺ نے آزاد فرمایا ان میں ام ایکن، امیسہ اور سیرین شامل ہیں۔“ (7) ابن کثیر کے ہاں آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلاموں اور کنیزوں کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان میں اڑتیس ۸۳ غلام اور بیس ۲۰ کنیزیں شامل ہیں۔ (8)

خلاصہ یہ کہ سیرت نگاروں نے آنحضرتؐ کے آزاد کردہ جن غلاموں اور کنیزوں کا مختصر تعارف پیش کیا ہے، ان کی تعداد بیس، باون اور اٹھاون تک جانتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی طبیعت میں یہ بات شامل تھی کہ آپؐ غلاموں کو آزادی دلا کر سکون محسوس کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ مکی زندگی میں بھی آپؐ غلاموں کو آزادی دلا کر سکون محسوس کرتے رہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنے کا سرمنایہ آپؐ کہاں سے اخذ فرماتے تھے؟ یقیناً آپؐ کے پاس یہ سرمنایہ حضرت خدیجۃ الکبریؓ کے دیئے ہوئے مال و دولت کی صورت میں موجود تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریؓ نہ فقط اپنی دولت آنحضرتؐ کے اختیار میں دے کر انسدادِ غلامی مہم میں آپؐ کے شانہ بشانہ رہیں، بلکہ غلاموں کی آزاد سے مربوط اسلامی احکام نازل ہونے سے بہت پہلے انہوں نے خود کئی غلام اور کنیزیں آزاد کیں۔

ہجرت جبše :

ہجرت جبše کے پس منظر کے حوالے سے علامہ شبی نعمانی، ابن ہشام سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”محمد بن اسحاق مطلبی کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان تکلیفوں اور مصائب کو ملاحظہ فرمایا جو ان کے اصحاب پر کفار کی طرف سے نازل ہوتی تھی۔ اگرچہ خود حضور حفاظت اللہ اور آپ کے چچا ابوطالب کے سبب سے مشرکوں کی ایذاء رسانی سے محفوظ تھے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ اپنے اصحاب کو بھی محفوظ رکھ سکتے۔ تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ جبش چلے جاؤ تو بہتر ہے کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ صدق و راستی کی سر زمین ہے؛ یہاں تک کہ خدا تمہارے واسطے کشادگی فرمائے اور جس سختی میں تم ہو اس کو دور کر دے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے اس حکم کو سن کر بہت سے مسلمان اپنادین محفوظ رکھنے کی خاطر جبše کی طرف روانہ ہوئے۔“ (9)

مہاجرین کے حوالے سے علامہ شبی نعمانی کا بیان ہے: ”عام موئِ خین کا خیال ہے کہ ہجرت انہی لوگوں نے کی جن کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا۔“ (10) لہذا ہجرت جبše کے مہاجرین کے بارے میں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس سفری اخراجات کے لئے کوئی قابل سرمایہ نہ تھا اور وہ قابلِ رحمِ حیثیت رکھتے تھے۔ ابن ہشام کے مطابق سب سے پہلے دس لوگوں نے جبše کی طرف ہجرت کی جن میں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی حضرت رقیہ، ابو حذیفہ اور ان کی بیوی سلمہ بنت سہیل، زیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عبد الرحمن بن عوف، ابو سلمہ بن عبد اللہ السد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ وغیرہ شامل تھے۔ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے ہجرت کی اور پھر ان کے بعد بہت سے مسلمان جبش جانے لگے اور وہاں ان کی ایک کثیر تعداد جمع ہو گئی۔ (11)

ظاہر ہے ابن ہشام کے نزدیک مہاجرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ تبھی تو انہوں نے اس مقام پر مہاجرین کی تعداد کا تعین کرنے کی بجائے ”بہت سے“ اور ”کثیر تعداد جمع ہو گئی“ کے جملے لکھے ہیں۔ لیکن آگے چل کر ابن ہشام تمام مہاجرین جبše کا نام اور قبیلہ کی تفصیل لکھ کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ: ”چنانچہ یہ سب لوگ جنہوں نے ملک جبش کی طرف ہجرت کی ہے علاوہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے جوان کے ساتھ تھے یا جو جبše میں پیدا ہوئے عمار بن یاسر سمیت تراہی آدمی ہیں۔ عمار بن یاسر میں شک ہے کہ انہوں نے جبše کی طرف ہجرت کی ہے یا نہیں۔“ (12)

ابن کثیر ہجرت جشہ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں :

”وقدی کی روایت کے مطابق ان مسلمانوں نے مکے سے جشہ کی طرف بعثت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہجرت کی اور جن لوگوں نے سب سے پہلے ہجرت کی ان میں گیارہ مرداور چار عورتیں تھیں وہ لوگ ماش اور راکب کے درمیانی علاقے میں ساحل سمندر پر پہنچ اور وہاں سے جشہ کے لیے نصف دینار پر کشتی کرایہ پر لی۔ ان پہلے ہجرت کرنے والوں کے نام یہ ہیں حضرت عثمانؓ بن عفان اور آپ کی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہ۔۔۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ابن جریر اور بعد کے لوگوں نے ان کی تعداد یہاں بتائی ہے جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ ہے۔ اگر عمار بن یاسرؓ کو بھی ان میں شمار کیا جائے تو مردوں کی کل تعداد تراہی ہوتی ہے۔۔۔“ (13)

خود ابن کثیر اپنی کتاب کے حاشیہ میں مہاجرین جشہ کی تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں : ”ان مہاجرین اور ان کی صحیح تعداد کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے، ہم نے متفق علیہ ناموں کے متعلق سیرت ابن ہشام کے علاوہ ابن اسحاق کے گنوائے ہوئے نام دوسری متعدد روایات سے مطابقت کے بعد یہاں درج کیے ہیں۔۔۔“ (14)

علامہ طبری نے بھی مہاجرین جشہ کی تعداد کا تعین نہیں کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں : ”ابو جعفر کہتا ہے اس پہلی ہجرت میں جو مسلمان ترک وطن کر کے جشہ گئے تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے بعض راویوں نے کہا کہ یہ گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں تھیں۔ حارث بن الفضیل سے مردی ہے اس پہلی ہجرت میں جن مسلمان مہاجرین نے خفیہ طور پر متفرق حالت میں ہجرت کی ان کی تعداد گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں ان کے سوار اور پیدل شیعہ آئے۔ اللہ نے ان کی یہ مدد کی کہ عین اسی ساعت میں دو تجارتی چہاز بندگاہ پر آئے۔ جو ان کو نصف دینار کرایہ میں جشہ لے گئے۔۔۔“ (15)

پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں :

”چنانچہ بعثت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مہاجرین کا پہلا قافلہ اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر جشہ جیسے دورافتادہ ملک کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ اس پر امن فضامیں وہ جی

بھر کر اپنے رب کریم کی عبادت کر سکیں۔ اپنے عقیدہ کے مطابق آزادی سے زندگی
بسر کر سکیں اور یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ (16)

مہاجرین نے یہ سفر چونکہ بحری راستہ سے کیا تھا اس سفر میں کرایہ کی مدد میں خرچ ہونے والے
رقم کے متعلق پیر محمد کرم شاہ، احمد بن زینی دحلان کے حوالے سے یہ بھی لکھتے ہیں:
” یہ قافلہ رات کی تاریکی میں چھپ کر مکہ سے روانہ ہوا۔ ایک کشش جو شہ جاری تھی
انہوں نے فی کس نصف دینار کرایہ ادا کیا۔ ” (17)

اس ضمن میں علامہ حلی کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

” ان حضرات صحابہ نے مکہ سے بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ بھرت کی۔ اللہ
تعالیٰ نے ان کے لیے دو جہازوں کا انتظام بھی فرمایا۔ یہ تاجروں کے جہاز تھے اور وہ
تاجران لوگوں کو نصف دینار کی اجرت پر لے جانے پر راضی ہو گئے۔ ” (18)

یہاں علامہ حلی ایک ہی عبارت میں دو مختلف باتیں لکھتے ہیں یعنی عبارت کے پہلے حصہ میں
دو جہازوں کا ذکر کیا ہے جب کہ عبارت کے دوسرا حصہ میں کتاب موہبہ کے حوالے سے
ایک جہاز کا ذکر کرتے ہوئے اس کا کرایہ نصف دینار لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ حلی کی
منذورہ عبارت مہاجرین کے کرایہ پر اٹھنے والی رقم کا تخمینہ پیش کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔
جب کہ علامہ شبی نعمانی یوں رقم طراز ہیں: ” ان لوگوں نے پانچ نبوی ماہ رجب میں
سفر کیا۔ حسن اتفاق یہ کہ جب یہ لوگ بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی جہاز جو ش کو جاری ہے تھے۔ جہاز
والوں نے سستے کرایہ پر ان کو بٹھالیا۔ ہر شخص کو صرف پانچ درہم دینے پڑے۔ ” (19)

- اب تک کے حوالوں کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شہ کی طرف بھرت کرنے والوں
میں سے ہر مسافر جو شہ تک جانے کے لیے مندرجہ ذیل تین کرایوں میں سے کوئی ایک کرایہ
ادا کرنے کا پابند تھا۔
1. جو شہ تک کا کرایہ ہر مسافر کا نصف دینار مقرر تھا۔
 2. مہاجرین جو شہ نے نصف دینار پر پوری جہاز کو کرایہ پر لیا تھا اس کی وضاحت اوپر کی گئی ہے۔
 3. ہر مسافر کا کرایہ مکہ سے جو شہ تک کے لیے پانچ درہم مقرر تھا۔

نتیجہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد نے جبše تک کا کرایہ نصف دینار یا پانچ درہم کے طور پر ادا کیا۔ چونکہ سابقہ روایات میں مہاجرین جبše کی متفق علیہ تعداد سامنے نہیں آتی ہے اس لیے ہم نصف دینار یا پانچ درہم کے اعتبار سے کوئی تخمینہ پیش نہیں کر سکتے۔ البتہ سیرت نگاروں کے اس غیر متفقہ اقوال کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہجرت جبše اولی میں مہاجرین کی تعداد سولہ اور ہجرت جبše ثانیہ میں تراسی مان لی جائے تو ان کی کل تعداد انہانوں بنتی ہے اور اگر ہجرت جبše اولی میں مہاجرین کی تعداد پندرہ اور ہجرت جبše ثانیہ میں تراسی مان لیا جائے تو ان کی کل تعداد انہانوں بنتی ہے۔ اس طرح مہاجرین جبše کی کرایہ نصف دینار کے حساب سے ساڑھے انچاں یا انچاں دینار بنتی ہے۔ جب کہ علامہ شبی کی عبارت کے حساب سے چار سو پانوں یا چار سو چرانوں درہم بنتی ہے۔ دور جاہلیت میں دینار کو جو حیثیت حاصل تھی اس کے متعلق نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

”دور جاہلیت میں عربوں اور بالخصوص قریش مکہ کے ہاں یہ اوزان و پیمانے مروج تھے:

دینار: یہ سونا وزن کرنے کے لیے تھا۔

درہم: یہ چاندی وزن کرنے کے لیے تھا۔ (یاد رہے کہ دینار اور درہم میں ۷ اور ۱۰ کی نسبت تھی یعنی دس درہم سات دینار کے برابر ہوتے تھے)

شیعیر: یہ درہم کے ۱۶۰ کے برابر تھا۔

اوقيہ: ۲۰ درہم کے مساوی تھا۔

نواہ: یہ ۵ درہم کے برابر تھا۔

مشقال: یہ کسی کسر کے ساتھ ۲۲ قیراط کے مساوی تھا۔ مصری مشقال ۲۳ قیراط کے برابر تھا۔

رطل: ۱۲ اوقيہ کے برابر تھا۔ (20)

منذ کوہہ عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دور جاہلیت میں درہم و دینار سب سے بڑی رقم تصور کی جاتی تھی۔ مہاجرین جبše نے صرف مکہ سے جبše تک کرایہ کی مدد میں اتنی کثیر رقم کو خرچ کیا جب کہ جبše سے واپسی کا کرایہ اور دیگر اخراجات کے لئے یقیناً مزید رقم بھی خرچ ہوئی ہو گی۔ لیکن یہاں پھر یہ سوال باقی ہے کہ یہ سب اخراجات کہاں سے پورے ہوئے؟ سیرت نگار اس

ضمون میں خاموش ہیں۔ لیکن یہ اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ اتنی کثیر رقم خرچ کر کے مہاجرین کو جب شہ پہنچانے کا انتظام کرنا، سوائے حضرت خسیجۃ الکبریٰ^(ص) کے مال و دولت کے ہمیں کوئی اور سرمایہ آنحضرت[ؐ] اور مسلمانوں کے پاس نظر نہیں آتا۔ چنانچہ مہاجرین کی کامیاب ہجرت اور جب شہ میں اسلامی تغییمات کو صحیح شکل میں پیش کرنے کا موقع فراہم کرنے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ^(ص) کی مال و دولت کا بہت بڑا کردار ہے۔

کفار مکہ کی طرف سے معاشری بائیکاٹ:

بائیکاٹ ایک ایسا عمل ہے جو مخالفین پر آخری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ مدد مقابل مالی، علمی، جسمانی اور روحانی اعتبد سے بائیکاٹ کرنے والوں کا محتاج ہوتا ہے، اس لیے وہ اپنے جائز ناجائز مطالبات منوانے کے لیے اسے سماجی اور معاشری دباؤ میں رکھتے ہیں تاکہ مدد مقابل اپنی خود مختاری کو نظر انداز کر کے درپرده غلائی کی زندگی کو اپنانے پر مجبور ہو جائے۔ دراصل، کفار قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کی افرادی قوت اور شجاعت و بہادری اور ابوطالب کے آنحضرت[ؐ] کے متعلق محتاط رویے کی وجہ سے کفار مکہ کم از کم آنحضرت[ؐ] کی زندگی کو نقصان پہنچانے سے باز رہے۔ اس لیے کفار قریش بڑے غور و حوصلے کے بعد اس بات پر متفق ہو گئے کہ اگر بنی ہاشم اور بنی مطلب کو ہمارا کوئی عمل نقصان پہنچا سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ہم ان سے خرید و فروخت سے ممکن طور پر کنارہ کشی اختیار کریں۔ لہذا انہوں نے ایک طرح سے بنی ہاشم کے ساتھ اقتصادی بائیکاٹ کیا۔ اس بائیکاٹ کے حوالے سے ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ:

”قریش نے باہم اتفاق کر کے ایک عہد نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی نہ کریں، نہ اپنی بیٹی ان کو دیں اور نہ ان کی بیٹی آپ لیں اور نہ ان کی کوئی چیز خریدیں اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کریں اور اس عہد نامہ کو لکھ کر انہوں نے زیادہ چنگی کے واسطے کعبہ شریف کے اندر لٹکا دیا۔“ (21)

کفار قریش بنی ہاشم اور بنی مطلب پر سب سے زیادہ تجارت روک کر دباؤ ڈال سکتے تھے۔ اس لئے انہوں بنی ہاشم کے ساتھ خرید و فروخت کو نشانہ بنایا۔ بقول ابن ہشام:

”جب قریش نے یہ عہد کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے کسی چیز کی خرید و فروخت نہ کریں گے تو تمام قریش نے اس عہد پر دستخط کیے تھے اور اس عہد سے بنی ہاشم کو بہت نقصان پہنچا اور وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔“ (22)

کفار قریش کے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ اس بائیکاٹ کے حوالے سے طبری کا بیان بھی اب ان ہشام سے کافی حد تک متفق ہے۔ اس حوالے سے علامہ طبری کا مزید کہنا یہ ہے کہ:

”قریش کے اس بندوبست پر بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب، ابوطالب کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کی گھائی میں جا کر رہے۔ بنی ہاشم میں سے ابوالہب عبد العزیز بن عبد المطلب قریش کے پاس گیا اور اس نے ابوطالب کے مقابلے میں ان کی امداد کی۔ دو یا تین سال مسلمان اسی بے کسی کی حالت میں رہے، یہاں تک کہ ان کا زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔ کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی۔ کوئی چیز ان کو پہنچتی نہ تھی؛ البتہ اگر قریش میں سے کوئی ان پر ترس کھا کر کوئی چیز بھیجنा چاہتا تو خفیہ طور پر پہنچتا۔“ (23)

اس بائیکاٹ سے وہ تین قسم کے فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

1. مال و دولت جمع کرنے کی ہوں میں، ممکن ہے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے تجارت پیشہ افراد خاندان سے علیحدہ ہو کر ہم سے مل جائیں۔

2. کفار قریش کے تجارت پیشہ اشخاص اپنی تجارت کو مستحکم کرنے کے لیے بنی ہاشم اور بنی مطلب خصوصاً آنحضرتؐ کی تجارت کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔

3. آنحضرتؐ کے پسندیدہ اخلاق و عادات کی وجہ سے پورا معاشرہ آپؐ سے جڑا ہوا تھا۔ کفار قریش قابلی عصیت کے ذریعے ان لوگوں کو آپؐ سے جدا کرنا چاہتے تھے۔

جہاں تک عام لوگوں کو آپؐ سے جدا کرنے کی بات ہے تو اس کے لیے انہوں نے شادی بیاہ اور بات چیت نہ کرنے کی شرط معاملے میں شامل کی تھی تاکہ سیدھے سادھے لوگ اپنی جاہلیت کی وجہ سے اس کام کو مذہبی فریضہ کے طور پر بجالائیں اور کفار قریش کے تجارت پیشہ افراد کے سرمایہ کو بڑھانے کا باعث بنیں۔ ذیل میں ہم مزید حوالے پیش کریں گے جس سے یہ اندازہ

ہو گا کہ کفار قریش کا مقاطعے کا عمل کتنا سخت تھا اور کفار قریش نے کس چالائی سے لوگوں کے مذہبی اور عصیتی جذبات کو ابھارا تھا۔

کفار قریش کے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ بائیکاٹ کے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب پر سخت اچرات کے حوالے سے ابن قیم کا کہنا یہ ہے کہ: ”یہ لوگ تین سال تک اس جگہ محصور و نظر بند رہے۔ ان کو تمام ضروریات زندگی مہیا کرنی بند کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ انہیں سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔“ (24)

بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے خلاف کفار قریش کے اس اکٹھ اور بائیکاٹ کے حوالے سے ابن کثیر کی درج ذیل عبارت بھی قابل ذکر ہے:

”ان حالات کے پیش نظر اور مشرکین قریش کے روزافزوں ظلم و ستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی اجازت اور باہمی اتفاق رائے کے تحت فیصلہ کیا کہ وہ شعبِ ابوطالب میں پناہ گزین ہو جائیں۔۔۔ مشرکین قریش نے انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ انہوں نے مکے کے بازاروں میں پوشیدہ طور پر ان کی آمد و رفت اور کبھی کبھی کبھار کھانے پینے کی چیزیں خرید کر لے جانے پر بھی قد غلن لگادی۔ اس کے علاوہ، وہ آپؐ کو پیغامات کے ذریعہ قتل اور آپؐ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہے۔“ (25)

قریش کے اس بائیکاٹ کے حوالے سے مولانا مودودی رقمطر از ہیں کہ:

”انہوں نے بالاتفاق ایک دستاویز لکھی جس میں اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا گیا تھا کہ جب تک بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے حوالہ نہ کریں اس وقت تک ان سے میل جول، شادی پیاہ، بول چال اور خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے گا۔ قریش کے تمام خاندانوں کے سربراہوں نے اس دستاویز کی توثیق کی اور اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔“ (26)

قریش کے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے خلاف اس پیان کے حوالے سے عبد الداہم لکھتے ہیں:

”قریش نہ تو بنی ہاشم کے ساتھ خود خرید و فروخت کرتے تھے، نہ کسی دوسرے کو کرنے دیتے تھے۔ اگر باہر سے کوئی تجارتی تفالفہ مکہ آتا اور بنی ہاشم کا کوئی فرد اس سے کوئی چیز خریدنا چاہتا تو

ابولہب زیادہ قیمت دے کر وہ چیز حاصل کر لیتا اور بے بس ہائی خون کے گھونٹ پی کرہ جاتا۔ (27)

مذکورہ عبارتوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کفار قریش کے اس مقاطعے کے عمل سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آئے۔

1. علامہ طبری کے قول کے مطابق ”ابولہب عبدالعزیٰ بن المطلب قریش کے پاس گیا اور اس نے ابوطالب کے مقابلے میں ان کی امداد کی“ جب کہ ابن قیم لکھتے ہیں ”پھر بخواہش اور بونطلب میں سے بعض اہل ایمان اور بعض اہل کفر سے مل گئے۔“

2. سیدھے سادھے لوگوں نے اس مقاطعے کو خالصتاً مذہبی بنیادوں پر لیا کیونکہ مقاطعہ کرنے کا جو معاملہ ہوا تھا اس کی تحریریں خانہ کعبہ کی چھت یادیوار پر لشکاری گئی تھیں اس طرح عوام الناس کی نظریں روز اس معاملے پر پڑتی تھیں جس کی وجہ سے وہ تجدید فوکا عزم کیا کرتے تھے۔

3. کفار قریش کی حمایت میں جو لوگ تھے وہ کھل کر میدان میں آگئے اور آنحضرتؐ سے اعلانیہ دشمنی کا اظہار کرنے لگے۔

4. اس مقاطعے سے نہ صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب کی تجارتی سرگرمیاں بری طرح متاثر ہوئیں بلکہ انہیں اس بات کا بھی یقین ہو گیا کہ کسی بھی وقت کفار قریش میں سے کوئی شخص چھپ کر آنحضرتؐ پر دار کر سکتا ہے۔

5. کفار قریش کی بڑھتی ہوئی دشمنی کے پیش نظر آنحضرتؐ کی حمایت کرنے والے شعب ابی طالب کو اپنے مسکن کے طور پر اپنانے پر مجبور ہو گئے۔

6. آنحضرتؐ کی حمایت کرنے والے جب شعب ابی طالب میں چلے گئے تو کفار قریش کو موقع مل گیا جس کی وجہ سے انہوں نے اس دورانیہ میں بھرپور طریقے سے عوامی حمایت کا فائدہ اٹھایا اور آنحضرتؐ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت کے جذبات بھردیئے۔

شعب ابی طالب اور حضرت خدیجہؓ کا ایثار

یہ ایک حقیقت ہے کہ شعب ابی طالب میں حضرت خدیجۃ الکبریؓ (ع) کی دولت و ثروت مسلمانوں کے کام آئی اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کے علاوہ آنحضرتؐ کی حمایت کرنے والے تین سال کے طویل عرصے تک شعب ابی طالب میں تمام تر پابندیوں کے باوجود زندگی گزارنے میں کامیاب ہوئے۔ علامہ حلی لکھتے ہیں:

”ایک روز ابو جہل کو راستے میں حیکم بن حرام ملے۔ ان کے ساتھ ان کا غلام تھا جو کچھ گیہوں اٹھائے ہوئے تھا جسے حضرت حیکم اہن حرام ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پاس لے جانا چاہتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ شعب ابوطالب میں ہی تھیں۔ ابو جہل نے حیکم کو دیکھا تو ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: کیا تم بنی ہاشم کے پاس کھانا لے کر جاؤ گے۔ خدا کی قسم! ہر گز نہیں، ورنہ میں تمہیں سارے منکے میں رسوا کروں گا۔ اس پر ابو الجھڑی ابن ہشام نے ابو جہل سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو ابو جہل نے کہا: یہ بنی ہاشم کے پاس کھانا لے کر جانا چاہتے ہیں۔ ابو الجھڑی نے کہا یہ کھانا تو یہ اپنی پھوپھی (خدیجہؓ) کے پاس لے جا رہے ہیں جو وہاں اپنے شوہر کے ساتھ ہیں (اور خدیجہؓ بنی ہاشم میں سے نہیں ہیں) تو کیا اب تم ان کو اپنی پھوپھی کے پاس جانے سے بھی روکو گے۔ ہٹو! ان کا راستہ چھوڑ دو۔“ (28)

شعب ابی طالب کے مخصوصوں میں سے بنو عبدالمطلب کے ساتھ کوئی بھی تاجر کفار کمک کے معاشی بائیکاٹ کی وجہ سے خرید و فروخت کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا تھا۔ جب کہ بقیہ مخصوصوں میں سے سوائے حضرت خدیجۃ الکبریؓ (ع) کے کوئی بھی مالی اعتبار سے اتنا خوشحال نہیں تھا کہ وہ کفار کمک یا باہر سے آئے ہوئے تاجر وہ کوئی مانگے دام ادا کر کے کوئی چیز خرید سکے۔ ان وجوہات کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شعب ابی طالب کے مخصوصوں کی بھوک، پیاس مٹانے کے لیے ایک طرف حضرت خدیجۃ الکبریؓ (ع) کا مال و ثروت کام آیا، وہاں دوسرا طرف آپ کے خاندان والوں کی غیرت کام آئی اور انہوں نے آپ کے غیرہاشمی ہونے کی حیثیت سے فائدہ اٹھایا اور شعب ابی طالب کے مخصوصوں کی بھرپور مدد کی۔ خلاصہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

1. حضرت خدیجۃ الکبریؓ (ع) کی موروثی خصوصیات اسلام کی نشوواشاعت کے سلسلے میں مددگار ثابت ہوئیں اور آنحضرتؐ کی حمایت و نصرت کے لیے خاندان بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے

- علاوہ حضرت خدیجۃ الکبریؓ کا خاندان بھی پیش پیش رہا۔ ظاہر ہے اس حمایت کے پیچے حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی ذاتی صفات کا فرمائی تھیں۔
2. حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی ذات میں کچھ ایسے فضائل تھے جن کی بدولت آپ نے انسان کے مقصد حیات کا باریکہ بنی سے مطالعہ کیا اور اپنے لیے زندگی گزارنے کے جو اصول و ضوابط معین کیے وہ آنحضرتؐ کی سیرت سے مطابقت رکھتے تھے۔ بالفاظ دیگر حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی زندگی اسلامی تعلیمات کے آنے سے پہلے ہی ان تعلیمات کے تحت گزر رہی تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو پسندیدہ اخلاق اور اعلیٰ کردار سے عبارت ہے۔
 3. حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ نے آنحضرتؐ کے اخلاق و عادات کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا تھا کہ آپؐ ہی نبی آخر الزمان ہیں۔ اس لیے آپ نے اطاعت و فرمانبرداری کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جسے دیکھ کر اللہ کے آخری رسولؐ اپنی زندگی کے آخری ایام تک آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے رہے۔
 4. حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی ذات کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آنحضرتؐ نے سب سے پہلے اللہ منشور سے آپ ہی کو اگاہ فرمایا جسے سن کر آپ نے نوراً نبوت کی تصدیق کی اور آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔
 5. حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی دولت کا ایک مصرف گھریلو اخراجات خصوصاً مہمانوں کی ضیافت کے علاوہ تیبیوں، مسکینوں اور نادار رشتہ داروں کی اولاد کی تربیت و پرورش کے ضمن میں تھا۔
 6. سرزمین عرب میں نازل ہونے والی قدرتی آفتیں خصوصاً خشک سالی اور قحط کے متاثرین کی بحالی کے لیے حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی دولت کام آتی رہی۔
 7. خانہ کعبہ کی تعمیر و توسعہ کے کاموں میں حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی پاکیزہ دولت کام آئی کیونکہ مکہ کے اکثر صاحب ثروت لوگوں کا مکالم حرام ذرائع سے کمایا ہوا تھا، یا کسی یتیم اور کمزور شخص سے چھینا ہوا تھا۔
 8. خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جو لوگ دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے مکہ آتے تھے ان کی ضیافت و مہمان نوازی کے ضمن میں حضرت خدیجۃ الکبریؓؑ کی دولت خرچ ہوتی رہی۔

9. ابتدائی طور پر آنحضرتؐ اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام خفیہ طور پر انجام دیتے تھے۔ ظاہر بات ہے جن لوگوں تک یہ پیغام پہنچایا جاتا تھا انہیں دعوت دینے سے پہلے کھانے پینے کا انتظام بھی کیا جاتا تھا جب کہ ان دعوتوں کا سلسلہ اعلانیہ تبلیغ کی حد تک تو تاریخی طور پر ثابت ہے اور ان دعوتوں کے اہتمام میں بھی حضرت خدیجۃ الکبریؓ کی دولت خرچ ہوتی رہی۔ لہذا اس بات کے ثبوت کے طور پر دعوت ذوالعیشہ کی ضیافت کے واقعات کو پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے رشتہ داروں کے سامنے اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے سے پہلے ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام فرمایا تھا۔
10. اس دور میں غلاموں اور کنیروں کی بہات سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ اور حضرت خدیجۃ الکبریؓ یقیناً اس معاشرتی برائی کو ختم کرنے کے لیے ہمہ وقت پیش پیش رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریؓ کی دولت کا ایک مصرف غلاموں اور کنیروں کی آزادی بھی تھا۔
11. جب شہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی اکثریت مالی اعتبار سے تنگ دست تھی۔ چنانچہ ان کے تمام اخراجات کو حضرت خدیجۃ الکبریؓ کی دولت سے پورا کیا گیا۔
12. شعب الی طالب میں کفار مکہ کا معاشی بائیکاث اس بات کو تقویت پہنچاتا ہے کہ دوران محصوری حضرت خدیجۃ الکبریؓ کی دولت کام آئی۔
13. حضرت خدیجۃ الکبریؓ کی ذات سے مربوط دولت کے کردار کے علاوہ بقیہ مساعی جیلہ بھی اسلام کی تبلیغ و ترویج کے سلسلے میں کام آتی رہیں۔ خصوصاً شعب الی طالب کی محصوری میں حکیم بن حزام کا چھپ چھپا کر کھانے پینے کی چیزوں کا پہنچانا، اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریؓ نے مشکل وقت میں آنحضرتؐ کا ساتھ دینے کے لیے اپنے رشتہ داروں سے بھی مدد لی۔
14. آنحضرتؐ کی تمام بیویوں کو امداد المؤمنین ہونے کا جواہی لقب ملا، اُس کی روشنی میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح ہر مال اپنے بچوں کے لئے اپنا تمام مال لٹادیتی ہے، اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریؓ نے بھی اپنا تمام مال و دولت اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح

و بہبود کے کاموں میں خرچ کیا۔ اس لحاظ سے یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے "ام المؤمنین" ہونے کا پورا پورا حق ادا کیا۔

حوالہ جات

- 1- ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک، سیرۃ لنی (کامل) ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسni نظامی دہلوی، ص ۱۵۶
- 2- اشعراء / 214
- 3- حلی، علامہ علی ابن برہان الدین، ام السیر سیرۃ حلیہ اردو، مترجم مولانا محمد اسلم قاسی، جلد اول نصف آخر، ص ۲۵۳-۲۵۴
- 4- ایضاً، جلد اول نصف آخر، ص ۲۵۳
- 5- الطبری، علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، مترجم سید محمد ابراہیم، حصہ اول، ص ۵۰۳
- 6- حلی، علامہ علی ابن برہان الدین، ام السیر سیرۃ حلیہ اردو، مترجم مولانا محمد اسلم قاسی، جلد اول نصف آخر، ص ۲۲۳
- 7- ایضاً، جلد اول نصف آخر، ص ۲۲۳
- 8- ابن کثیر، علامہ حافظ ابو الفداء عاد الدین، تاریخ ابن کثیر البداية والنهایة، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج ۵، ص ۵۳۳-۵۶۶
- 9- شیلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، سیرۃ لنی، ج ۱، ص ۲۷
- 10- ایضاً، ج ۱، ص ۱۵
- 11- ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک، سیرۃ لنی (کامل) ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسni نظامی دہلوی، ج ۱، ص ۲۰۸-۲۰۷
- 12- ایضاً، ج ۱، ص ۲۱۳
- 13- ابن کثیر، علامہ حافظ ابو الفداء عاد الدین، تاریخ ابن کثیر البداية والنهایة، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج ۳، ص ۲۷
- 14- ایضاً، ج ۳، ص ۱۳۲
- 15- الطبری، علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، مترجم سید محمد ابراہیم، حصہ اول، ص ۹۵
- 16- الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج ۲، ص ۳۲۳
- 17- الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج ۲، ص ۳۳۳، مجموعہ الحمد بن زینی و حلال، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۲۳۵
- 18- حلی، علامہ علی ابن برہان الدین، ام السیر سیرۃ حلیہ اردو، مترجم مولانا محمد اسلم قاسی، جلد اول نصف آخر، ص ۳۶۱
- 19- الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج ۲، ص ۱۵۰-۱۵۱
- 20- پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، ص ۳۱-۳۲

- 21- ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک، سیرۃ النبی (کامل) ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسنی نظامی دہلوی، ج ۱، ص ۲۲۹-۲۳۰
- 22- ایضاً، ج ۱، ص ۷۷
- 23- الطبری، علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، مترجم سید محمد ابراهیم، حصہ اول، ص ۱۰۰-۱۰۱
- 24- ابن قیم، علامہ حافظ ابی عبدالله محمد زاد المعاد فی حدی ثیر العجاد، مترجم رکنیں احمد جعفری، حصہ دوم، ص ۱۸۸۸
- 25- ابن کثیر، علامہ حافظ ابوالغفار اعمال الدین، تاریخ ابن کثیر البدایہ والثبایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج ۳، ص ۱۳۰
- 26- مودودی، ابوالاعلیٰ سید، سیرت سرور عالم، ج ۲، ص ۲۱۳، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۹ء
- 27- داکم، عبدالدائم داکم، قاضی، سید الوری جان دو عالم ﷺ کی سیرت مطہرہ، ج ۱، ص ۲۶۲؛ جنگ پیشرز، جولائی ۱۹۹۶ء
- 28- حلی، علامہ علی ابن برہان الدین، ام السیر سیرۃ حلیہ اردو، مترجم مولانا محمد اسلم قاسمی، جلد اول نصف آخر، ص ۳۰۹